پروفیسر مولانا علم الدین سالک
مرتب: پروفیسر مولانا احسان الٰہی سالک

مُراد بیگم عُرف مغلانی بیگم

(تیسری اور آخری قسط)

خواجہ عبداللہ کا بیگم کو نکال دینا اور اختیار سے محروم کر دینا

مُغلانی بیگم چونکہ عورت تھی، لہٰذا کوئی امیر اس کے ماتحت نہیں رہنا چاہتا تھا۔ امان خاں اکثر مغل امیروں کو واپس لے گیا تھا، مگر اس کے پیٹھ پھیرتے ہی ۱۷۵۵ء میں خواجہ عبداللہ نے یہ سوچا کہ بیگم کو نکال کر خود مستقل گورنر بن جائے۔ اس نے سپاہی بھرتی کیے، مگر بیگم ان کوششوں سے مرعوب نہ ہوئی۔ وہ سیاست کے داؤ پیچ خوب سمجھتی تھی۔ اس نے خواجہ کے سپاہیوں کو انعام و اکرام اور اعزاز واحترام سے نوازنے کا وعدہ کیا۔ اس طرح خواجہ عبداللہ اپنے منصوبے میں ناکام ہو گیا، مگر اس نے دم خم قائم رکھا اور اپنی سازش کو کامیاب بنانے کے طریقے سوچتا رہا۔ اس نے میر مومن اور درانیوں کے نمائندے ہادی خاں کو اپنے ساتھ ملا کر مغلانی بیگم کو حراست میں لے لیا۔ اب وہ لاہور کا بلاشرکت غیرے ناظم تھا۔ مگر اس وقت کی ضرورت یہ تھی کہ سپاہ کو ہر طرح سے خوش رکھا جائے۔ یہ روپے کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا اور خزانہ خالی تھا۔ آمدنی محدود اور ذرائع مسدود تھے۔ اس نے روپیہ حاصل کرنے کے لیے چند ذرائع اختیار کیے مگر وہ ذرائع تشدد آمیز تھے۔ اس نے شہر کے دروازے بند کر دیے اور ہندو مسلم رعایا کو بلا امتیاز لوٹا اور ان پر بھکاری خاں کے حلیف اور مددگار ہونے کا الزام عائد کیا، جس نے روپیہ دینے سے انکار کیا، اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد قحط کے آثار نمودار ہوئے اور بے چینی شروع ہوئی۔ سامانِ خورد و نوش سخت گراں ہو گیا۔ زندگی اجیرن ہو گئی[1] شہر کی مصیبتوں میں ابھی تک کسی قسم کی تخفیف نہیں ہوئی تھی کہ ایک اور مصیبت نازل ہوئی، وہ آدینہ بیگ ناظم جالندھر دوآبہ کا حملہ تھا۔ لوگوں نے اس کے حملے پر اطمینان کا سانس لیا، کیونکہ وہ خواجہ عبداللہ کی حکومت سے تنگ آ چکے تھے۔ جب

---

[1] خزانہ عامرہ - ص ۹۹ —— سوہن لال ۱/ ، ص ۴۰ - ۱۳۹

اس کی آمد کی خبر پہنچی تو خواجہ چھپ چھپا کر سندھ کی جانب بھاگ گیا۔ اس طرح شہر بغیر کسی مزاحمت کے آدینہ بیگ کے قبضے میں آ گیا۔ اس نے صادق بیگ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود جالندھر واپس چلا گیا۔

مغلانی بیگم ابھی تک اس کوشش میں تھی کہ اسے پھر سیاسی غلبہ حاصل ہو جائے اور وہ لاہور کی نظامت پر قابض ہو جائے۔ وہ تجاویز سوچتی تھی مگر انھیں کامیاب بنانے کے لیے بیرونی امداد کی اشد ضرورت تھی۔ اس کی نگاہیں بار بار دہلی کے وکیل عماد الملک کی جانب اٹھتی تھیں جو اس کا ہونے والا داماد تھا۔ اس نے اسے عریضہ لکھا کہ "مشکل کے وقت احمد شاہ نے قندھار سے میری مدد کی۔ اب مشکلات و مصائب نے مجھے پھر گھیر لیا ہے۔ آپ برائے خدا میری دست گیری اور اعانت کریں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کچھ سپاہی کسی طریقے سے بھیج کر اپنی منگیتر کو دہلی بلوا لیں"۔

عماد الملک پنجاب کے معاملات میں مداخلت کے لیے موقع تلاش کر رہا تھا۔ وہ اس سے بے حد خوش ہوا۔ اب وہ ان معاملات کا تصفیہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق کرنا چاہتا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ مغلانی بیگم کا نظم و نسق درست نہیں ہے اور نہ یہ کام کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اُسے روپے کی بھی ضرورت تھی، وہ خیال کرتا تھا کہ لاہور سے یہ ضرورت پوری ہو گی، اسے بیگم کی لڑکی سے زیادہ دلچسپی نہ تھی، کیونکہ وہ پیشتر ازیں گنا بیگم سے شادی کر چکا تھا۔ گنا بیگم علی قلی خان ہفت ہزاری کی لڑکی تھی جو عالمگیر ثانی کا درباری تھا۔ وہ بے حد حسین و جمیل تھی۔ اس کے حسن و کمال اور شاعرانہ ادیبانہ طرح داریوں کا شہرہ ہندوستان بھر میں تھا۔

بہر حال عماد الملک شکار کے بہانے ۱۵ جنوری ۱۷۵۶ء کو ہانسی اور حصار کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ شہزادہ علی گوہر اور دس ہزار فوج تھی۔ ۷ فروری ۱۷۵۶ء کو وہ سرہند آیا، مگر وہیں رک گیا۔ کیونکہ آدینہ بیگ نے اسے لکھا کہ آپ سرہند میں مقیم رہیں۔ اپنا خواجہ سرا اور دو تین سپاہی میرے پاس بھیج دیں۔ میں اپنی سپاہ کی مدد سے آپ کے نام پر لاہور پہ قبضہ کر لوں گا۔ یہ بھی کسی منصوبے کے تحت ہو گا۔ کیونکہ وہاں بھی ایک لشکر موجود ہے۔ اگر آپ گئے تو جنگ و جدل کا خطرہ ہے[۵۲]۔ عماد الملک کی دلی خواہش یہ تھی کہ لاہور پہ ہر حالت میں قبضہ ہونا چاہیے۔ اس نے آدینہ بیگ کی تجویز کا خیر مقدم

---

[۵۲] خزانہ عامرہ۔ ص ۵۲ — ماثر الامرا، حصہ سوم۔ ص ۸۹۰

کیا اور نسیم خان کو چند ہزار فوجی دے کر آدینہ بیگ کے پاس روانہ کیا اور خود ماچھی واڑہ میں ٹھہرا۔ آدینہ بیگ نے اپنے سردار صادق خان کو دس ہزار فوج دی اور لاہور کی جانب روانہ کیا۔ وہ لوگ بڑی شان و شوکت سے شہر میں داخل ہوئے، بیگم کو سلام کے لیے حویلی میں گئے اور وہاں سے لوٹ کر خواجہ عبداللہ خان کے پاس بھی حاضر ہوئے، اس نے دستور کے مطابق صادق خان کو خلعت عطا کیا۔ اس کی تیاری دیکھ کر عبداللہ خاں کو گمان ہوا کہ اُسے جلد ہی حراست میں لے لیا جائے گا، لہٰذا جموں کی طرف بھاگ گیا۔ اس سے اگلے ہی روز مغلانی بیگم بڑی شان و شوکت سے اپنے شاندار محل میں داخل ہوئی۔ اس نے پھر سے حکومت کا بندوبست سنبھال لیا۔ اس موقع پر وزیر اعظم کا خط اس کے حوالے کیا گیا۔ جس میں اس نے خواہش ظاہر کی تھی کہ بیگم کی لڑکی کو دہلی روانہ کیا جائے۔ بیگم نے جہیز تیار کرنا اور رخصتی کا بندوبست شروع کیا۔ ان تیاریوں میں ایک مہینہ صرف ہوگیا۔ بیگم نے اپنی لڑکی عمدہ بیگم کو بے شمار جواہرات، لعل، زیورات، دولت اور سامان کے ساتھ رخصت کیا۔ وہ ۴ مارچ ۱۷۵۷ء کو وزیر کے کیمپ میں داخل ہوئی [۱۲]

وزیر کی یہ چال کامیاب ہوئی، اب وہ بیگم کو قبضے میں کر کے لاہور پر اپنے نمائندے متعین کرنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے سید جمیل الدین، نثار احمد خان، شہر جنگ، خواجہ سعادت یاب خان اور حکیم عباداللہ خان کو آدینہ بیگ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ بیگم کو حراست میں لے کر اس کے پاس روانہ کر دے [۱۳]

یہ لوگ آدینہ بیگ سے ملے اور اس سے فوج لے کر تیزی کے ساتھ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ انھوں نے ۱۲۰ میل کا فاصلہ ایک رات میں طے کر لیا، کہیں راستے میں پڑاؤ نہیں کیا، علی الصبح لاہور آ پہنچے۔ مغلانی اس وقت خوابِ استراحت میں محو حالات سے بے خبر پڑی تھی۔ انھوں نے خواجہ سراؤں کے ذریعے اسے بیدار کیا اور پھر اُسے پالکی میں بٹھا کر اپنے کیمپ میں لے گئے جو شہر سے باہر واقع تھا۔ اس کی تمام املاک اور خزانے قبضہ کر لیا گیا۔ ۲۸ مارچ کو وہ وزیر کے کیمپ میں پہنچی۔ وزیر اس کے خیر مقدم اور استقبال کے لیے آیا۔ تلخ کلامی اور سخت اہانت آمیز الفاظ میں وزیر کی سرزنش ہوئی۔

---

[۱۲] سیر المتاخرین۔ ۳، ص ۵۳ [۱۳] غلام علی۔ تاریخ شاہ عالم ثانی۔ ص ۲۵

اس نے تہدید آمیز لہجے میں کہا: "تمھارا یہ چال چلن ملک پر تباہی اور بربادی لائے گا۔ دہلی غارت ہوگی، امرا پر نکبت اور سلطنت پر تباہی نازل ہوگی۔ احمد شاہ اس بزدلانہ روش کا بدلہ لے گا اور تم سب کو مزا دے گا۔ وزیر نے لاہور اور ملتان کی حکومت تیس لاکھ روپے سالانہ پر آدینہ کے حوالے کی اور سید جمیل الدین کو اس کا نائب نامزد کیا اور وہاں سے دہلی چلا گیا۔[۵۵]

اب لاہور میں پھر اختلال پیدا ہوا۔ خواجہ عبداللہ خاں جموں سے قندھار گیا۔ وہاں سے مدد لے کر لاہور پر حملہ آور ہوا اور شہر پر قابض ہو گیا۔ احمد شاہ کو ہندوستان کے حالات کی ایک ایک لمحے کی خبریں مل رہی تھیں۔ عالمگیر ثانی اور نجیب الدولہ بھی اسے حملے کی دعوت دے رہے تھے۔ مغلانی بیگم نے بھی لکھا: "مجھے میر مومن خان اور آدینہ بیگ کی غداری اور مکاری نے تباہ کر دیا ہے۔ ایک کروڑ کے قریب روپیہ میرے خسر میر قمر الدین کے محل میں مدفون ہے۔ اس کے علاوہ محل کی چھتوں میں چاندی اور سونے کے انبار چھپائے ہوئے ہیں۔ بادشاہ میں اور امیروں وزیروں میں شدید اختلافات ہیں۔ اگر اس وقت آپ نے حملہ کیا تو ہندوستان کی ساری دولت آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو گی۔"[۵۶]

احمد شاہ ابدالی کے لیے یہ زریں موقع تھا۔ اس نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اتمام حجت کے لیے قلندر بیگ خان کو سفارت پر روانہ کیا کہ وہ وزیر کے اس رویے کے متعلق جو اس نے لاہور کے متعلق اختیار کیا ہے، استصواب رائے کرے۔ قلندر بیگ خاں کو باریابی تو ہوئی، مگر خاطر خواہ جواب نہ ملا، چنانچہ وہ مایوس ہو کر دہلی سے رخصت ہو گیا۔

ابدالی قندھار سے نکلا، پشاور آیا۔ یہاں اس نے اپنے ہراول دستے تیمور شاہ اور جہان خان سپہ سالار کے ماتحت روانہ کیے۔ انھوں نے دریائے اٹک عبور کر کے حسن ابدال جا کر دم لیا۔ گجرات پہنچ کر سامانِ رسد جمع کیا اور آدینہ بیگ کا تعاقب کیا۔ ایمن آباد اور بٹالہ کو لوٹا۔ آدینہ بیگ اپنے اہل و عیال اور چند خیر خواہوں کو لے کر بھاگا۔ بیاس کو نور محل کے قریب سے عبور کیا۔ مال و اسباب وہیں چھوڑ گیا، جسے ابدالی کی سپاہ نے لوٹ لیا۔

---

۵۵ خزانۂ عامرہ، ص ۵۲ — ماثر الامرا۔ جلد سوم، ص ۵۳ — غلام علی، ص ۲۶، ۲۷ —

سوہن لال، ص ۱۳۹، ۱۴۰ ۵۶ پنجاب یونیورسٹی روٹوگراف، عبرت نامہ از علی الدین، ص ۱۱۲ ب

اس سے پیشتر ابدالی کو قدم قدم پر شاہی فوجوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا، اسے پنجاب سے گزرنا محال تھا، مگر اب حالات بدل چکے تھے - وہ کھلے دروازے دہلی تک جا پہنچا - وزیر اعظم نے فقیروں اور درویشوں سے دعائیں کرائیں کہ تباہی و بربادی رُک جائے - اس نے مغلانی بیگم کے اثر و رسوخ سے کام لیتے ہوئے اسے بادشاہ کی پیشوائی کے لیے روانہ کیا - بیگم ۱۰ جنوری ۱۷۵۷ کو بوقت نیم شب ابدالی سے بات چیت کے لیے روانہ ہوئی[۷] اس کے جلوس میں چار سو سواروں کا رسالہ تھا - وہ کرنال جاکر ابدالی سے ملی - بادشاہ نے بھی اس کا خیر مقدم کیا اور بیگم کو لے کر دہلی کا رُخ کیا -

دہلی سرکار نے آغا علی رضا کو سفیر بنا کر ابدالی کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ اُسے دو لاکھ کے تحائف پیش کرے اور وہیں سے واپس لوٹا دے - مگر ابدالی نے دو کروڑ روپیہ نقد، بادشاہ کی لڑکی کا ڈولہ اور سرہند سے لے کر افغانستان کی سرحد تک کا تمام مغربی علاقہ طلب کیا[۸]

نجیب الدولہ نریلہ کے مقام پر ابدالی کے کیمپ میں پہنچا - اس کے تین روز بعد عماد الملک بھی حاضر ہوا - اگلے روز بادشاہ ابدالی نے اسے باریابی بخشی اور سخت سرزنش کی[۹] اس کے بعد اسے حراست میں لے لیا گیا - ایک مہینہ بعد ۲۸ جنوری ۱۷۵۷ء کو ابدالی دہلی میں داخل ہوا، اور اس کے سپاہیوں نے نہایت بیدردی سے لوٹ کھسوٹ شروع کی - مغلانی بیگم نے اس وقت مخبر کا کردار ادا کیا اور ہر اس شخص کے بارے میں جو اس کا مخالف تھا یا جس نے اسے پریشان کیا تھا، تفصیل سے معلومات بہم پہنچائیں[۱۰]

اس کے بعد ابدالی نے حکم دیا کہ دہلی کے ہر گھرانے سے تاوان وصول کیا جائے - شہر مختلف حصوں میں بانٹ دیا گیا - سپاہیوں کے چوکی پہرے مقرر کیے گئے - وصولی شروع ہوئی - اس قدر تشدد و عقوبت، مار پیٹ اور اذیت و سزا سے کام لیا گیا کہ کئی آدمی موت کی آغوش میں چلے گئے - بعض نے زہر پھانک لی، بعض ڈوب کر مر گئے - سزا و عقوبت کا یہ سلسلہ کوئی ایک ماہ تک جاری رہا - اسی اثنا

۷ے وقائع شاہ عالم ثانی، ص ۱۳۶ — ۸ے تاریخ عالمگیر ثانی - ص ۱۶۱

۹ے تفصیلات کے لیے دیکھو انڈین اینٹی کیوری (Indian Antiquary ۱۹۰۷ء، ص ۴۵)

۱۰ے تاریخ حسین شاہی - ص ۳۷ (سوانح احمد شاہ ابدالی)

میں اس نے اپنے بیٹے تیمور شاہ کی شادی زہرہ بیگم دختر عالم گیر ثانی سے کی اور اُسے تمام مال غنیمت دے کر پنجاب بھیج دیا تاکہ وہ اُسے افغانستان پہنچا دے۔ خود اس نے محمد شاہ کی نوجوان بیٹی حضرت بیگم سے زبردستی نکاح کیا۔[۱۱]

۲۰ فروری ۱۷۵۷ء کو مغلانی بیگم نے بطور نذر قیمتی موتی تھالوں میں رکھ کر پیش کیے۔ ابدالی بہت خوش ہوا اور بولا کہ اب تک میں تجھے اپنی بیٹی کہہ کر پکارتا تھا، آج کے بعد تم میرے بیٹے ہو اور تمھیں سلطان مرزا کا خطاب عطا کرتا ہوں۔ اس نے فوراً اپنی پگڑی اور جیغہ جس میں قیمتی موتی ٹکے ہوئے تھے اپنے سر سے اُتار کر اس کے سر پر رکھ دی اور اپنا پیراہن اور دوسرا لباس جو وہ اس وقت پہنے ہوئے تھا، مغلانی بیگم کو عطا کیا۔[۱۲]

اس طرح ابدالی کو خوشی اور مسرت میں دیکھ کر مغلانی نے موقع کو غنیمت جانا اور فوراً عماد الملک کی سفارش کی اور کہا کہ اسے وکالت کا عہدہ عطا کیا جائے۔ ابدالی نے کہا میں یہ سب کچھ کرتا مگر اس نے ابھی تک تمھاری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ بیگم نے اطلاع دی کہ نکاح خوانی اور رخصتی کی رسم آج شب ہی ادا ہونے والی ہے۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنے وزیر شاہ ولی خان اور سپہ سالار جہان خان کو حکم دیا کہ وہ تقریب نکاح کو کامیاب بنائیں۔ اسی شب کو ابدالی کے سامنے عمدہ بیگم کی شادی عماد الملک سے ہو گئی۔ اس موقع پر ابدالی نے عماد الملک کو دو لاکھ کے تحائف، دو ہاتھی اور چار ٹیکو گھوڑے دیے اور فرزند خان کا خطاب عطا کیا۔ اس نے عماد الملک کی پہلی بیوی گنا بیگم کو مغلانی کے حوالے کیا کہ وہ اُسے اپنی کنیز تصور کرے اور عماد کو حکم دیا کہ اپنی پہلی بیویوں کو طلاق دے دے۔ اس کے بعد ابدالی نے اس کو وکالت کا عہدہ عطا کیا۔[۱۳]

۲۲ فروری کو ابدالی نے سورج مل جاٹ کی سرزنش کے لیے متھرا اور آگرہ کا رُخ کیا۔ مغلانی بیگم بھی اس کے ہمراہ تھی۔ اس نے ابدالی پر اتنا اثر ڈالا کہ اس نے جالندھر دوآبہ، جموں اور کشمیر اُسے جاگیر میں دے دیے۔ اس نے اپنے نائب وہاں بھیج دیے اور خواجہ ابراہیم خان کو وہاں کا ناظم مقرر

---

[۱۱] سرکار۔ ۲۔ ص ۲ - ۱۰۱ [۱۲] تاریخ حسین شاہی

[۱۳] انڈین اینٹی کیوری، ص ۹ - ۳۶ - ۱۹۰۷

کیا اور راجہ رنجیت دیو والیِ جموں کو وہیں رہنے دیا اور آدینہ بیگ کو لکھا کہ اس کے نائب کی حیثیت سے جالندھر کا انتظام کرے۔ اب بیگم خوش تھی کہ اسے دلی مقصد حاصل ہو گیا۔ مگر یہ سب دھوکا تھا کیونکہ جموں سے لے کر دور تک کا تمام علاقہ ابدالی کے بیٹے تیمور شاہ کو جاگیر میں مل چکا تھا۔ بیگم نے اپنی جاگیر کا انتظام شروع کیا ہی تھا کہ ابدالی نے واپسی کا ارادہ کیا۔ بیگم اس کے ہمراہ قندھار کی طرف روانہ ہوئی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ راستے ہی سے لوٹ آئی تھی۔ ابدالی نے اس سے جاگیر واپس لے کر اسے تیس ہزار سالانہ کا وظیفہ اور لاہور میں ڈیوڑھی عطا کی اور کہا کہ اب تمہارا بھائی تیمور شاہ وہاں کا ناظم ہے، تمھیں خوش ہو جانا چاہیے اور کسی دوسری رعایت کی خواہش دل سے نکال دینی چاہیے۔ اسے بیگم کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ آسانی سے نہ مانے گی، اس لیے شاہ دل خان اور جہان خان کو کہا کہ وہ اُسے ترغیب دیں کہ حکومت کے ارادے کو ترک کر دے۔ مگر بیگم نے نہ مانا۔ وہ ایک غلط امید رکھ کر اس کے ساتھ دریائے جہلم تک گئی۔ آخر مایوس ہو کر لاہور آئی اور سرائے حکیم میں آکر ٹھہری، جو بالکل خراب حالت میں تھی، اس کے دو کمرے قدرے اچھے تھے اس نے ان میں ڈیرہ جمایا۔

جہان خان کی بدسلوکی

آدینہ بیگ کو تیمور شاہ نے فرمان بھیجا اور جہان خان نے خط لکھا کہ وہ لاہور آکر باقاعدہ جالندھر دوآبہ کا چارج لے۔ مگر وہ ان کی حکومت سے بیگم کے ماتحت رہنا زیادہ مناسب خیال کرتا تھا۔ وہ ٹال مٹول کر رہا تھا کہ جہان خان نے اس کا تعاقب کیا۔ شہروں کے شہر اور قصبوں کے قصبے لوٹ لیے۔ آدینہ بیگ نے اس شرط پر تیمور کی ماتحتی کا وعدہ کیا کہ اسے لاہور کی حاضری معاف کی جائے۔ تیمور نے یہ شرط مان لی۔ چھتیس لاکھ روپے بطور خراج دینے کا فیصلہ ہوا۔ ابھی اس پر دو ماہ نہ گزرے تھے کہ خراج کا مطالبہ ہوا۔ آدینہ بیگ نے کہا کہ سال ختم ہونے پر ادا ہوگا یا فصل کے آخر میں دیا جائے گا۔ اس پر لاہور میں طلبی کا حکم ملا۔ اس نے خطرہ محسوس کر کے خود آنے سے انکار کیا، مگر اپنے آدمی بھیجے اور تیمور شاہ کے سامنے معاملہ رکھا، اس نے کہا بات اگرچہ صحیح ہے مگر وہ لاہور آئے۔ جہان خان نے اس کے نائب اور نمائندہ دل آرام کو قید کر لیا۔ مغلانی بیگم نے سفارش کی اور اسے اپنی ضمانت پر آزاد کرا دیا اور آدینہ کو لکھا کہ وہ روپیہ کا بندوبست کر کے رقم ادا کرے۔ یہ رقم چھ لاکھ روپے

تھی۔ جب جواب نہ آیا تو اس نے اپنے جواہرات روانہ کیے تاکہ انھیں گروی رکھ کر رقم حاصل کی جائے۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا اور ادھر آدینہ کے ایجنٹ دل آرام کو تنگ کیا جا رہا تھا۔ وہ ایک دن بیگم کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے تو یہ لوگ مار ڈالیں گے، میں کیا کروں۔ بیگم کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ وہ بھاگ کر آدینہ سے روپیہ لائے اور اس میں تاخیر نہ کرے۔ جہان خان دل آرام کے بھاگ جانے سے سخت طیش میں آیا۔ اس نے بیگم کو اپنے محل میں طلب کیا اور ڈنڈوں سے پیٹنا شروع کر دیا اور اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک اسے چھ لاکھ کے جواہرات نہ دے دیئے۔ دو سو سپاہیوں نے اس کا گھر محصور کر لیا جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لیا۔ اسے ایک چھوٹے سے کمرے میں قید کر دیا گیا اور سخت عقوبت پہنچائی گئی۔

جہان خان نے آدینہ کا تعاقب شروع کیا۔ وہ پہاڑوں میں چھپ گیا۔ اس نے مرہٹوں اور سکھوں کو ساتھ ملا کر افغانوں کو ۹ اپریل ۱۷۵۸ کو لاہور سے نکال دیا۔ ان کی آمد پر جہان خان شاہدرہ کی جانب بھاگ گیا اور مغلانی بیگم کو بھی ساتھ لے گیا۔ مگر وہ وہاں سے بھاگ کر اپنی حویلی میں چلی آئی۔ اس کے بعد آدینہ بیگ کو مرہٹوں نے پچھتر لاکھ سالانہ خراج پر پنجاب دے دیا۔ اس نے لاہور کو اپنے داماد کے حوالے کیا اور خود بٹالہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

بٹالہ میں آدینہ کا شریفانہ سلوک

بیگم کا دو ہزار ماہوار وظیفہ مقرر ہوا۔ پچاس روپے روزینہ، باورچی خانہ اور ایک اعلیٰ اور عظیم الشان حویلی جو اس کے شایانِ شان تھی، دی گئی۔ وہ تمام جواہرات جو گروی رکھنے کے لیے دیے گئے تھے واپس ہوئے۔ آدینہ مغلانی بیگم کے ملازموں کا احترام بھی کرتا تھا۔ مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہا۔ پانچ ماہ بعد آدینہ قولنج کا شکار ہو گیا، درد شدید تھا اور وہ ۱۵ ستمبر ۱۷۵۸ کو فوت ہو گیا[۱۱]

آدینہ بیگ کی وفات بیگم کے لیے ایک زبردست صدمہ تھی۔ وہ اب حیران تھی کہ کیا کرے، کہاں پناہ لے اور کس جگہ جائے۔ آخر اس نے جموں کے راجہ رنجیت دیو کے پاس جانے کا فیصلہ

---

[۱۱] خزانہ عامرہ، ص ۱۰۱۔

کیا۔ راجہ کو جب اس کی آمد کا علم ہوا تو وہ پانچ میل تک اس کی پیشوائی کو آیا، گھوڑے سے اُترا، تعظیم بجالایا۔ اُسے رہنے کے لیے ایک مناسب محل عطا کیا۔ وظیفہ مقرر کیا اور گزارہ کے لیے دی۔ اس وقت مسکین بھی بیگم کے ہمراہ تھا۔ اس نے اس کی کلغی سے تین جواہر لے کر راجہ کو عطا فرمائے۔ بیگم اکتوبر ۱۷۵۸ میں وہاں پہنچی تھی۔

جموں میں اس وقت امن و امان تھا۔ دہلی اور لاہور کے خانماں برباد خاندان وہاں مقیم تھے۔ راجہ ان کی قدر کرتا اور ان کے وظائف اور گزارے مقرر کرتا تھا انھیں ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل تھی[۵۱] یہ خیال کر کے کہ مسلم تاجروں کے وہاں آباد ہونے سے بہت فوائد مرتب ہوں گے، راجہ نے انھیں بہت مراعات دیں۔ ہر طرح سے ان کی دل جوئی کی، ان کے ساتھ نہایت شریفانہ اور مربیانہ سلوک روا رکھا۔

جموں کا زمانۂ قیام ـــ ۹-۱۷۵۸

جموں میں بیگم کی ڈیوڑھی او دھو زیر کے محل کے پاس تھی۔ یہ مقام اس کے شایان شان نہ تھا مگر اس سے بہتر مقام ملنا ناممکن تھا۔ یہ دیکھ کر رنجیت دیو نے مکرم کوتوال کو نیا محل بنانے کا حکم دیا۔ اس سے بیگم کی پریشانی جو مکان کی وجہ سے تھی دور ہو گئی مگر نیا محل بھی بیگم کے مذاق کے مطابق نہ تھا۔ لیکن بیگم نے پاسداری اور تالیف قلب کے لیے اسے خلعت عطا کیا۔ راجہ نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ وہ مہینے میں دو مرتبہ ضرور بیگم کو سلام کے لیے آتا، بیگم کا وظیفہ بڑھا کر ایک ہزار روپیہ ماہانہ کر دیا گیا۔ مگر بیگم کسی کی خیرات پر زندگی بسر کرنا نہیں چاہتی تھی، اس لیے اس نے راجہ سے کچھ لینے سے انکار کر دیا۔

اس زمانے میں جموں ایک زبردست تمدنی مرکز تھا۔ لاہور کے بہت سے اونچے خاندانوں کے لوگ، عالم، فاضل اور زمانے کے ستائے ہوئے جموں پہنچے اور بیگم نے از راہ قدر دانی ان کو خلعت اور دوشالے عطا کیے۔ اس طرح ۱۵۰ دوشالے تقسیم ہوئے۔ بیگم نے اپنی قدیم شان کو برقرار رکھا۔ یہاں بھی اس کے پاس دو سو ملازم تھے۔ وہ نہایت فیاض تھی۔ یہ عادت باوجود مالی مشکلات

---

[۵۱] بہرے شاہ ۴۴۳۔ ب، ۴۵۳ ب، مفتی علی الدین۔ ۵۱۔ الف۔

کہ اس میں پائی جاتی تھی - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈیڑھ برس کی قلیل مدت میں اس نے اپنی تمام نقدی ختم کر دی - پھر اپنے جواہرات گروی رکھے اور تیس ہزار روپیہ حاصل کیا جو تھوڑے ہی عرصے میں ختم ہو گیا - اب اس کی یہ حالت ہو گئی کہ روزانہ کی ضروریات کے لیے روپیہ باقی نہ رہا تھا اور نوبت فاقوں تک پہنچ گئی تھی -

بیگم نے مسکین کو تین جواہرات کی قیمت چار سو روپے دی تھی، اس کے علاوہ دوسرے ملازمین کو بھی وقتاً فوقتاً تحفے تحائف عطا کیے تھے، اس مشکل وقت میں مسکین نے سب سے قیمتی اشیا اکٹھی کیں جن میں ایک قیمتی نتھنی (NOSE - RING) جو بیگم نے اس کی بیوی کو دی تھی، بیگم کی خدمت میں پیش کیں - مگر اس عالی ہمت خاتون نے لینے سے انکار کر دیا - مسکین نے یہ اشیا بیگم کے باورچی خانے کے داروغے کے حوالے کر دیں تاکہ وہ اشیا خورد و نوش پر صرف کی جائیں -

کشمیر کی نظامت

ان دنوں راجہ سکھ جیون کشمیر کا ناظم تھا - وہ تقریباً نیم آزاد تھا - بیگم کے جموں میں آباد ہونے سے اُسے شبہ پیدا ہوا کہ وہ شاید احمد شاہ ابدالی کی مدد سے کشمیر کی نظامت حاصل کرنا چاہتی ہے - اس سے وہ پریشان ہوا اور اپنے چند معتمد آدمی اس مقصد کے لیے تحفے تحائف دے کر بھیجے کہ وہ بیگم کو اس سے روکیں اور یقین دلائیں کہ اگر بیگم جموں میں اقامت اختیار کرنا چاہیں تو وہ بیگم کو خراج ادا کرتا رہے گا - مگر اس کے کارندوں نے حالات سے اندازہ لگایا کہ بیگم اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی ہے، اس لیے راجہ مزید تحفے اور روپیہ روانہ نہ کرے -

چند یوم بعد حسن منڈا کشمیریوں کی جانب سے بیگم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ راجہ کا رقیب تھا - اس نے بیگم کو حکومت کا لالچ دیا اور کہا کہ ہم سب راجہ کو نکالنا چاہتے ہیں مگر کوئی قائد نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہیں - بیگم کے خیر خواہوں نے کہا کہ یہ موقع کھونا نہیں چاہیے - مگر بیگم نے کہا کہ راجہ سے وعدہ ہو چکا ہے، میں کشمیر کے معاملے میں دخل نہیں دوں گی - چنانچہ حسن مایوس ہو کر چلا گیا، مگر اس نے سلسلۂ خط و کتابت جاری رکھا - اس نے لکھا کہ اگر بیگم آنا نہیں چاہتی تو وہ اپنے نمائندے کو درانی سند کے ساتھ بھیج دے اور پانچ سو گھوڑے بھی روانہ کر دے تو وہ صوبے کی نظامت اس کے لیے حاصل کرے گا - اب بیگم نے قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا، گو روپیہ پاس نہ تھا - قالین

فروخت ہوئے۔ دو ہزار روپے حاصل کیے، مگر پردۂ تقدیر میں ابھی بہت سی تکلیفات چھپی ہوئی تھیں۔ عین اس وقت جب کشمیر کے لیے تیاریاں شروع تھیں، ایک شخص نے اپنی مکاری اور جعل سازی سے سارا کام خراب کر دیا۔ بیگم اس سے بہت پریشان ہوئی اور بالآخر مایوس ہو کر بیٹھ گئی، اس کے پاس ملازموں کی تنخواہوں کے لیے بھی کوئی پیسہ نہ تھا۔ اس پر بعض ملازمین نے اُسے پریشان کیا، یہاں تک کہ بہروز بیگ اور افراسیاب بیگ نے بیگم پر حملہ کر کے اسے قتل کرنے کو تلوار نکالی مگر بیگم کے اوسان خطا نہ ہوئے۔ اس نے انھیں آمادۂ قتل دیکھ کر کہا کہ "تم حق بجانب ہو تمھارا قصور نہیں، مگر اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ نہ خیال کرو کہ میں نے اپنا سب کچھ تلف کر دیا۔ اگر تم مجھ پر اعتماد کرو تو میں اپنے زیورات کو گروی رکھ کر تمھاری تنخواہ ادا کر دوں گی۔" بیگم کی یہ بات مان لی گئی۔ بیگم مکان کی چھت پر چڑھ گئی اور قتل قتل پکارنے لگی۔ لوگ آئے اور بیگم کے مخالفین کو گرفتار کر لیا گیا۔

انہی دنوں سعید خاں جو کسی زمانے میں لاہور میں ایک اہم منصب پر فائز تھا، جموں آیا، مسکین نے اس کے سامنے بیگم کی تباہ حالی کا ذکر کیا۔ اس نے مدد کا وعدہ کیا۔ مسکین اور دیگر خیر خواہ یہ چاہتے تھے کہ بیگم کی نوجوان بیٹی اپنی بہن کے پاس دہلی چلی جائے۔ سعید خاں نے اس کا بندوبست کیا اور مسکین اسے لے کر دہلی چلا گیا اور ایک مہینے کے سفر کے بعد وہاں پہنچا۔

اتنے میں احمد شاہ کے حملے کی خبر مشہور ہوئی۔ بیگم دہلی پہنچی جہاں اس نے ایک ہاتھی حاصل کیا اور قالین بیچ کر سامان حاصل کر کے ابدالی کے کیمپ میں گئی۔ احمد شاہ نے بیگم کے حالات سن کر بہت افسوس کا اظہار کیا۔ اس نے سیالکوٹ کا پرگنہ اسے جاگیر میں دیا۔ جس کا تیس ہزار کا سالانہ خراج تھا۔ بیگم دہلی واپس آئی۔ اس نے ابوتراب کو اپنا نائب بنا کر روانہ کیا۔ مگر وہ ناکام واپس لوٹا۔ اس پر بیگم نے مسکین کو سندات وغیرہ دے کر روانہ کیا۔ اس نے جاتے ہی شش ماہی خراج اور طلبہ وصول کیا، جو پندرہ ہزار روپیہ تھا۔ یہ رقم بیگم کے پاس روانہ کی گئی۔ مگر دوسری شش ماہی کا خراج سکھ گردی کی وجہ سے وصول نہ ہو سکا۔ بلکہ مسکین اور رستم خاں ناظم کو سکھوں نے گرفتار کر لیا جو بصد مشکل کچھ رقم ادا کر کے آزاد ہوئے۔ ان ہی ایام (اکتوبر ۱۷۶۰ء) میں بیگم جموں آئی۔ اس نے خراج میں سے پانچ سو روپیہ پیش کیا جو سکھوں کی دست برد سے بچ رہا تھا۔ بیگم کو مزید روپے کی ضرورت

تھی۔ مسکین نے تمام حالات سنائے، بیگم بہت متاثر ہوئی۔

وفات

اس کے بعد وہ ۱۷۷۹ء میں دہلی آئی، مگر نہایت خستہ اور تباہ حالت میں۔ دو مہینے وہاں رہ کر واپس جموں آئی جہاں وہ کچھ عرصہ بعد فوت ہوگئی۔

مغلانی بیگم اگرچہ بعض معاملات میں ناکام تھی تاہم بے حد فیاض اور سخی تھی۔ امیر و غریب، چھوٹے بڑے، بلند و پست اس کے جود و کرم سے متمتع ہوتے تھے۔ اس کی ناکامی اور تباہی کی ذمہ داری اس کے درباریوں اور رشتہ داروں پر بھی عائد ہوتی ہے۔

عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ

ترجمہ: شاہد حسین رزاقی

یہ کتاب ڈاکٹر زبید احمد کی گراں قدر تصنیف "دی کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو عربک لٹریچر" کا ترجمہ ہے، جس میں بہت تفصیل سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ عربی ادبیات کے فروغ میں برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں نے کس قدر اہم حصہ لیا ہے۔ اس کتاب میں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، کلام، فلسفہ، ریاضی، ہیئت، طب، تاریخ، لغت، شعر و ادب وغیرہ سے متعلق تصانیف اور مصنفین کا تذکرہ جداگانہ ابواب میں کیا گیا ہے اور چونکہ ان تصانیف میں سے اکثر طبع نہیں ہوئی ہیں، اس لیے اس کتاب میں پیش کردہ معلومات کی اہمیت اور زیادہ ہوگئی ہے۔ عربی سے مسلمانوں کے گہرے روحانی تعلق اور کتاب کی علمی اور تاریخی اہمیت کے پیش نظر جناب شاہد حسین رزاقی صاحب نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ رواں دواں اور شستہ ہے۔ اسلامیان پاک و ہند کی دینی اور علمی تاریخ سے باخبر ہونے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔

صفحات ۱۲ + ۴۲۷ **قیمت** =/۱۶ روپے

ملنے کا پتا: ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور